Allama Iqbal Open University AIOU BA AD Solved Assignment NO 1 Autumn 2025

Code 405 Iqbaliat

www.studyvillas.com

سوال نمبر *1* درج ذیل سوالات کے تفصیلی جواب تحریر کریں

***1-* علامہ اقبال نے کون سے دو مدرسوں میں ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی؟**

علامہ محمد اقبال نے اپنی ابتدائی تعلیم سیالکوٹ شہر میں حاصل کی جہاں ان کا بچپن گزرا۔ سب سے پہلے انہیں مشن ہائی اسکول سیالکوٹ میں داخل کروایا گیا۔ یہ اسکول اس زمانے کا ایک معیاری تعلیمی ادارہ تھا جس میں دینی اور دنیاوی دونوں علوم پر زور دیا جاتا تھا۔ یہاں اقبال نے اپنی ذہانت اور غیر معمولی فہم و ادراک کی بدولت اساتذہ کی توجہ حاصل کی۔ اس کے بعد اقبال نے اسکاچ مشن کالج سیالکوٹ میں تعلیم حاصل کی، جسے آج کاجی اسکاچ کالج بھی کہا جاتا ہے۔ اس ادارے میں انہیں نہ صرف انگریزی اور جدید علوم پڑھنے کا موقع ملا بلکہ انہیں فارسی اور عربی کے ساتھ ساتھ مشرقی علوم کی بھی تربیت ملی۔ اسی دوران ان کی ملاقات مولوی میر حسن سے ہوئی جو ان کے استاد بھی تھے اور بعد ازاں اقبال کی فکری تربیت میں کلیدی کردار ادا کرنے لگے۔ ابتدائی تعلیم کے یہ دونوں ادارے اقبال کی شخصیت کی بنیاد ڈالنے میں سنگ میل ثابت ہوئے اور یہی سے ان کی فکری دنیا کی ابتدا ہوئی۔

2- علامہ اقبال نے کس مضمون میں ایم اے کیا تھا؟

علامہ اقبال نے فلسفہ *(Philosophy)* میں ایم اے کیا تھا۔ فلسفہ کا انتخاب اقبال کی فطرت اور ان کی علمی دلچسپیوں کے عین مطابق تھا کیونکہ وہ ہمیشہ سے کائنات، زندگی اور انسان کی حقیقت پر غور و فکر کرنے والے شخص تھے۔ فلسفہ پڑھنے کے دوران انہوں نے قدیم یونانی فلاسفہ، اسلامی مفکرین اور جدید مغربی فلسفیوں کا مطالعہ کیا۔ اس مطالعے نے ان کے اندر ایک نئی فکری وسعت پیدا کی۔ فلسفہ میں ایم اے کرنے سے اقبال کے اندر سوال کرنے، تجزیہ کرنے اور تنقیدی نگاہ ڈالنے کی عادت پروان چڑھی۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں ان کی شاعری اور تحریروں میں فلسفہ کی جھلک واضح طور پر نظر آتی ہے۔ ان کی مشہور تصنیف تشکیلِ جدید الہیاتِ اسلامیہ اس فلسفیانہ سوچ کی بہترین مثال ہے۔

3- علامہ اقبال نے ایم اے کہاں سے کیا تھا؟

اقبال نے ایم اے گورنمنٹ کالج لاہور سے کیا تھا۔ گورنمنٹ کالج اس دور میں برصغیر کا ایک بہترین ادارہ تھا اور یہاں کے اساتذہ طلبہ کی فکری تربیت پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ یہاں پر اقبال نے فلسفے کے ساتھ ساتھ ادب اور دیگر علوم میں بھی گہری دلچسپی لی۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں ان کے اساتذہ میں پروفیسر آرنلڈ کا نام بہت نمایاں ہے جنہوں نے اقبال کو یورپ جانے اور اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ گورنمنٹ کالج کی علمی فضا، کتب خانہ اور ہم عصر طلبہ کے ساتھ علمی مباحثوں نے اقبال کے اندر تحقیق اور تنقید کا شوق پیدا کیا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب اقبال نے اپنے ابتدائی اشعار کہے اور لاہور کی علمی و ادبی مجالس میں اپنی پہچان بنائی۔

4- "بانگ درا" کا دیباچہ کس مشہور شخصیت نے لکھا؟

"بانگ درا" علامہ اقبال کا پہلا شعری مجموعہ ہے جس میں ان کی ابتدائی اور بعد کے ادوار کی شاعری شامل ہے۔ اس عظیم شعری مجموعے کا دیباچہ چودھری ذوالفقار علی خاں نے لکھا جو اس وقت کے ایک بڑے ادیب اور نقاد تھے۔ دیباچے میں انہوں نے اقبال کی شاعری کے اسلوب، ان کے فلسفیانہ

www.studyvillas.com

رجحانات اور ان کی قومی سوچ پر روشنی ڈالی۔ "بانگ درا" کا دیباچہ دراصل اقبال کی فکر کی ابتدائی تشریح ہے جس میں قاری کو یہ بتایا گیا کہ شاعر کی شاعری محض جمالیاتی یا عشقیہ مضامین تک محدود نہیں بلکہ اس میں ایک فلسفی اور ایک مصلح قوم بھی بول رہا ہے۔ اس دیباچے نے اقبال کے کلام کو مزید وقعت بخشی اور ان کے کلام کی فکری جہتوں کو اجاگر کیا۔

5- علامہ اقبال اعلیٰ تعلیم کی غرض سے یورپ کب گئے تھے؟

اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے *1905*ء میں یورپ گئے تھے۔ اس سفر نے ان کی زندگی کا رخ ہمیشہ کے لیے بدل دیا۔ یورپ میں قیام کے دوران اقبال نے کیمبرج یونیورسٹی، جرمنی کی میونخ یونیورسٹی اور لندن کے لنکنز اِن کالج میں تعلیم حاصل کی۔ وہاں انہوں نے فلسفہ، قانون اور سیاست کے مضامین میں مہارت حاصل کی۔ یورپ میں قیام کے دوران اقبال کو مغربی تہذیب اور وہاں کی ترقی کا قریب سے مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ لیکن ساتھ ہی انہوں نے مغرب کی مادی ترقی اور روحانی پسماندگی کے تضاد کو بھی دیکھا۔ یہی مشاہدات بعد میں ان کی شاعری میں جھلکنے لگے، خاص طور پر "خودی" کا تصور اور مشرقی قوموں کے لیے ان کا پیغام اسی دور کے تجربات کا نتیجہ تھا۔

6- علامہ اقبال کے پی ایچ۔ ڈی کے مقالے کا کیا عنوان تھا؟

اقبال نے جرمنی کی میونخ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ان کے مقالے کا عنوان تھا: *The Development of Metaphysics in Persia*۔ اس مقالے میں انہوں نے ایرانی فلسفے اور تصوف کی تاریخ پر گہری روشنی ڈالی۔ اقبال نے قدیم ایرانی مفکرین، اسلامی صوفیاء اور فلسفیوں کے خیالات کو نہ صرف بیان کیا بلکہ ان کا تنقیدی جائزہ بھی پیش کیا۔ یہ مقالہ آج بھی فلسفہ اور اسلامی فکر کے طلبہ کے لیے ایک اہم ماخذ سمجھا جاتا ہے۔ اس مقالے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال مشرقی اور مغربی فلسفے کو کس باریک بینی سے سمجھتے تھے اور دونوں کے امتزاج سے ایک نئی فکری راہ نکالنا چاہتے تھے۔

www.studyvillas.com

7- علامہ اقبال صوبائی مجلس قانون ساز کے رکن کب منتخب ہوئے تھے؟

اقبال *1926*ء میں صوبائی مجلس قانون ساز کے رکن منتخب ہوئے تھے۔ اس وقت پنجاب کی سیاست میں مسلمانوں کے حقوق اور ان کی سیاسی نمائندگی کا مسئلہ سب سے اہم تھا۔ اقبال نے سیاست میں آ کر مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ اور ان کے مسائل کے حل کے لیے آواز بلند کی۔ ان کی سیاسی تقریریں اور خطبات اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ صرف شاعر ہی نہیں بلکہ ایک فعال سیاستدان بھی تھے۔ اقبال نے اپنی سیاسی بصیرت کے ذریعے مسلمانوں کو یہ احساس دلایا کہ وہ ایک علیحدہ قوم ہیں اور انہیں ایک الگ ریاست کی ضرورت ہے۔ یہی فکر آگے چل کر تحریکِ پاکستان کی بنیاد بنی۔

8- اقبال کا شعری مجموعہ "بال جبریل" کب شائع ہوا؟

اقبال کا دوسرا اہم شعری مجموعہ "بال جبریل" *1935*ء میں شائع ہوا۔ اس مجموعے میں زیادہ تر وہ نظمیں اور غزلیں شامل ہیں جو اقبال نے اپنی پختہ فکری عمر میں لکھیں۔ "بال جبریل" کو اقبال کی شاعری کا عروج سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس میں ان کے فلسفیانہ خیالات اور عملی زندگی کے مسائل کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ اس مجموعے میں اقبال نے نوجوانوں کو خودی، عمل اور حریت فکر کا پیغام دیا۔ "بال جبریل" کے اشعار آج بھی برصغیر کے مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہیں اور یہ مجموعہ اقبال کی فکری اور ادبی عظمت کی بلند ترین مثال ہے۔

9- علامہ اقبال نے کس گول میز کانفرنس میں شرکت نہیں کی تھی؟

اقبال نے پہلی گول میز کانفرنس میں شرکت نہیں کی تھی جو *1930*ء میں لندن میں منعقد ہوئی تھی۔ تاہم انہوں نے دوسری اور تیسری گول میز کانفرنس میں شرکت کی۔ اقبال کی شرکت کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے سیاسی مسائل براہِ راست برطانوی حکومت کے سامنے رکھنا چاہتے تھے۔ اگرچہ پہلی کانفرنس میں وہ شریک نہ ہو سکے لیکن ان کے خطوط اور افکار نے مسلمانوں کے وفد کو رہنمائی فراہم کی۔ دوسری اور تیسری گول میز

www.studyvillas.com

کانفرنس میں ان کی شرکت نے یہ واضح کر دیا کہ مسلمانوں کا مستقبل ایک الگ ریاست کے قیام سے وابستہ ہے۔

10- شعر مکمل کریں۔ "نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر"

اقبال کا یہ مشہور شعر ان کی فکرِ خودی کا عکاس ہے۔ مکمل شعر یوں ہے:

"نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے، بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر"۔

اس شعر میں اقبال نے نوجوانوں کو بلندی، آزادی اور خودی کا پیغام دیا ہے۔ شاہین کی مثال دے کر وہ یہ سمجھاتے ہیں کہ حقیقی عزت و عظمت شاہی محلات میں رہنے سے نہیں بلکہ بلند حوصلہ اور آزادی کی زندگی گزارنے سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ شعر اقبال کے پیغامِ خودی اور خود اعتمادی کا نچوڑ ہے اور آج بھی نوجوان نسل کو عمل پر ابھارتا ہے۔

www.studyvillas.com

سوال نمبر 2: مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی دو پر نوٹ لکھیں

(الف) تعارف "بانگ درا"

"بانگ درا" علامہ محمد اقبال کا پہلا شعری مجموعہ ہے جو 1924ء میں شائع ہوا۔ یہ مجموعہ دراصل مختلف ادوار کی شاعری پر مشتمل ہے اور اس میں وہ کلام بھی شامل ہے جو اقبال نے 1905ء میں یورپ جانے سے پہلے کہا تھا اور وہ بھی جو واپسی کے بعد لکھا۔ "بانگ درا" کے ذریعے اقبال نے اپنی شاعری کو ایک منظم شکل دی اور اسے قارئین کے سامنے ایک مکمل کتابی صورت میں پیش کیا۔

اس مجموعے کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں وہ نظمیں ہیں جو اقبال نے اپنے ابتدائی زمانے میں کہی تھیں۔ ان میں زیادہ تر عشقیہ اور فطرت کے موضوعات ملتے ہیں جیسے "ابر"، "ہماریوں" اور "پرندے کی فریاد" وغیرہ۔ اس حصے کی شاعری میں رومانیت اور فطرت کی دلکشی نمایاں ہے۔ دوسرا حصہ زیادہ قومی رنگ لیے ہوئے ہے جس میں "نیا شوالہ"، "ہمالہ"، "طلوع اسلام" اور "خضر راہ" جیسی نظمیں شامل ہیں۔ یہ حصہ اقبال کی انقلابی سوچ اور مسلمانوں کی بیداری کی آواز ہے۔ تیسرے حصے میں زیادہ تر غزلیں ہیں جو فکری گہرائی اور فلسفیانہ مضامین سے بھرپور ہیں۔

"بانگ درا" کا دیباچہ چودھری ذوالفقار علی خاں نے لکھا۔ اس دیباچے نے اقبال کے کلام کو مزید نمایاں کیا۔ "بانگ درا" کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ یہ اقبال کی شعری ترقی اور فکری ارتقاء کا آئینہ دار ہے۔ اس مجموعے نے اردو شاعری میں ایک نیا باب کھولا اور قوم کو خواب غفلت سے جگانے کا کام کیا۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ "بانگ درا" اقبال کی شاعری کا وہ مینار ہے جس نے انہیں ایک قومی شاعر کے طور پر متعارف کرایا۔

---

www.studyvillas.com

(ب) اقبال کی ابتدائی تعلیم

اقبال کی ابتدائی تعلیم سیالکوٹ کے ایک چھوٹے مگر علمی ماحول رکھنے والے گھرانے سے شروع ہوئی۔ سب سے پہلے انہیں گھر پر قرآن پاک پڑھایا گیا اور ان کے والد شیخ نور محمد نے ان کی دینی تربیت پر خاص توجہ دی۔ اس کے بعد انہیں مشن ہائی اسکول سیالکوٹ میں داخل کروایا گیا جہاں انہوں نے جدید تعلیم کے ابتدائی اسباق پڑھے۔ یہ اسکول اس دور میں ایک معیاری ادارہ سمجھا جاتا تھا۔

اسی دوران ان کی ملاقات اپنے عظیم استاد مولوی میر حسن سے ہوئی جنہوں نے اقبال کے اندر عربی، فارسی اور اردو ادب سے گہری محبت پیدا کی۔ مولوی میر حسن خود بھی ایک جید عالم اور ادیب تھے۔ انہوں نے اقبال کو نہ صرف زبان کی باریکیاں سکھائیں بلکہ انہیں ادب، شعر و شاعری اور فلسفے سے بھی روشناس کرایا۔

بعد ازاں اقبال نے اسکاچ مشن کالج سیالکوٹ (آج کاجی اسکاچ کالج) میں تعلیم حاصل کی۔ یہاں پر انہوں نے بی اے تک تعلیم جاری رکھی۔ کالج کے زمانے میں ہی اقبال کی غیر معمولی ذہانت سامنے آنے لگی تھی۔ اس دور میں انہوں نے اپنی ابتدائی شاعری لکھی جس میں زیادہ تر رومانی اور فطری موضوعات شامل تھے۔ یہی ابتدائی تعلیم کا زمانہ اقبال کی شخصیت کی بنیاد بن گیا کیونکہ یہی وہ وقت تھا جب ان کی فکری سمت طے ہوئی اور وہ ادب و فلسفہ کی طرف مائل ہوئے۔

(ج) اقبال کا سفر یورپ

اقبال *1905*ء میں اعلیٰ تعلیم کی غرض سے یورپ گئے۔ یہ سفر ان کی زندگی کا سب سے اہم موڑ ثابت ہوا۔ انہوں نے پہلے انگلستان کی کیمبرج یونیورسٹی میں داخلہ لیا جہاں انہوں نے فلسفے اور قانون کے مضامین پڑھے۔

www.studyvillas.com

اس دوران ان کے استاد پروفیسر آرنلڈ نے ان کی رہنمائی کی اور ان کے علمی افق کو مزید وسیع کیا۔

یورپ میں اقبال نے لنکنز اِن کالج لندن میں قانون کی تعلیم بھی حاصل کی اور بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ بعد ازاں وہ جرمنی کی میونخ یونیورسٹی گئے جہاں انہوں نے فلسفے میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ان کے مقالے کا عنوان تھا: *The Development of Metaphysics in Persia*۔ اس مقالے میں انہوں نے ایرانی فلسفے اور اسلامی فکر کا گہرا مطالعہ پیش کیا۔

یورپ کا یہ سفر اقبال کے فکری ارتقاء کا سنگ میل تھا۔ وہاں رہ کر انہوں نے مغربی تہذیب، سیاست اور معاشرت کا قریب سے مشاہدہ کیا۔ انہوں نے مغرب کی ترقی کو سراہا لیکن اس کی مادہ پرستی اور روحانی خلا پر سخت تنقید کی۔ یہی وجہ ہے کہ واپس آ کر ان کی شاعری میں ایک نیا انقلابی رنگ پیدا ہوا۔ انہوں نے مسلمانوں کو مغرب کی اندھی تقلید سے بچنے اور اپنی اصل روحانی بنیادوں کی طرف لوٹنے کا پیغام دیا۔ یورپ کا یہ سفر ان کی قومی اور فکری زندگی میں ہمیشہ نمایاں مقام رکھتا ہے۔

www.studyvillas.com

سوال نمبر 3: فکرِ اقبال کے تخلیقی دور 1905ء تا 1918ء کو مفصل لکھیں

اقبال کی فکری اور تخلیقی زندگی کو مختلف ادوار میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ ان ادوار میں سب سے زیادہ اہم اور بنیادی حیثیت 1905ء سے 1918ء کے دور کو حاصل ہے، کیونکہ یہ وہ زمانہ ہے جب اقبال نے اپنی شخصیت، اپنے فکری رجحانات اور اپنے ادبی اسلوب کو ایک نئے قالب میں ڈھالا۔ اس عرصے میں ان کی شاعری محض رومانویت اور فطرت نگاری تک محدود نہ رہی بلکہ یہ ملت اسلامیہ کی بیداری، قومی شعور اور فلسفیانہ فکر کی علامت بن گئی۔ اس دور کو اقبال کی "انقلابی اور قومی شاعری" کا دور بھی کہا جاتا ہے۔

یورپ کا سفر اور فکری تبدیلی (1905ء تا 1908ء)

1905ء میں اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ گئے۔ یہ سفر ان کی فکری زندگی کے لیے سنگ میل ثابت ہوا۔ انگلستان میں قیام کے دوران انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی سے فلسفے میں تعلیم حاصل کی، لنکنز اِن کالج لندن سے قانون کی ڈگری لی، اور جرمنی کی میونخ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی مکمل کی۔

یورپ میں رہتے ہوئے اقبال نے مغربی تہذیب کو قریب سے دیکھا۔ انہوں نے وہاں کی ترقی، سائنسی ایجادات، تعلیم اور معاشرتی آزادیوں کا مطالعہ کیا لیکن ساتھ ہی مادہ پرستی اور روحانی زوال کو بھی محسوس کیا۔ مغربی معاشرت نے انہیں متاثر بھی کیا لیکن وہ مسلمانوں کے لیے اس کے نقصانات کو بھی سمجھنے لگے۔ یہی وہ وقت تھا جب اقبال کے اندر ایک "فلسفی شاعر" جنم لے رہا تھا۔

www.studyvillas.com

یورپ میں قیام کے دوران انہوں نے مشہور نظمیں "شکوہ"، "خضر راہ" اور "طلوع اسلام" کی بنیاد رکھی۔ یہ نظمیں محض ادبی شاہکار نہ تھیں بلکہ ایک نئے عہد کا آغاز بھی تھیں۔

وطن واپسی اور قومی فکر (1908ء تا 1918ء)

1908ء میں وطن واپس آنے کے بعد اقبال کی فکر میں نمایاں تبدیلی نظر آتی ہے۔ اب وہ صرف رومانی شاعر نہیں رہے بلکہ ایک قومی رہنما اور ملت کے ترجمان کے طور پر سامنے آئے۔ اس دور میں ان کا کلام مسلمانوں کو بیدار کرنے اور انہیں ان کی کھوئی ہوئی عظمت یاد دلانے کا ذریعہ بنا۔

ان کے کلام میں یہ موضوعات نمایاں ہیں:

1. **قومیت اور ملت اسلامیہ کی وحدت:**
   اقبال نے مسلمانوں کو ایک قوم کی حیثیت سے اپنے ماضی کی عظمت یاد دلائی۔ انہوں نے بتایا کہ مسلمان صرف زمین کے رشتے سے قوم نہیں بلکہ دین اسلام انہیں ایک لڑی میں پروتا ہے۔

2. **اسلامی تاریخ کا حوالہ:**
   اقبال نے "طلوع اسلام" جیسی نظم میں مسلمانوں کے شاندار ماضی اور ان کے عروج کو یاد دلاتے ہوئے کہا کہ اگر وہ اپنی اصل روح کی طرف لوٹ آئیں تو پھر سے دنیا کی قیادت کر سکتے ہیں۔

3. **شکوہ اور جواب شکوہ:**
   یہ دونوں نظمیں اس دور کا عظیم شاہکار ہیں۔ "شکوہ" میں مسلمان اللہ تعالیٰ سے اپنے زوال کی شکایت کرتے ہیں جبکہ "جواب شکوہ" میں اقبال اللہ کی زبان سے مسلمانوں کو سمجھاتے ہیں کہ ان کے زوال کی وجہ دین سے دوری اور دنیا پرستی ہے۔ یہ دونوں نظمیں آج بھی قومی

www.studyvillas.com

فکر اور ادبی جمالیات کی اعلیٰ مثال سمجھی جاتی ہیں۔

4. خضر راہ:

اس نظم میں اقبال نے مغرب کی اندھی تقلید سے بچنے اور اپنی اصل روحانی اور اسلامی اقدار کو اپنانے کا پیغام دیا۔

فلسفیانہ اور انقلابی رجحانات

1905ء تا *1918ء* کے دور میں اقبال کی شاعری میں فلسفہ اور انقلاب کا گہرا امتزاج نظر آتا ہے۔ انہوں نے مغربی فلسفے سے متاثر ہو کر اپنی فکر کو نئے زاویے دیے لیکن اسلام کی بنیاد پر اس کا از سر نو تجزیہ کیا۔ ان کی شاعری میں **خودی کا تصور** ابھرنے لگا۔ "خودی" دراصل انسان کی اصل پہچان اور اس کے اندر کی قوت کا نام ہے جسے بیدار کر کے انسان دنیا کو بدل سکتا ہے۔

اسی دور میں انہوں نے ملت اسلامیہ کو یہ پیغام دیا کہ اگر مسلمان اپنی خودی کو پہچان لیں تو وہ غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہو سکتے ہیں۔

اہم مجموعے اور کلام

اس دور میں اقبال کی کئی اہم تخلیقات سامنے آئیں:

- *"شکوہ" (1909ء)*
- *"جواب شکوہ" (1913ء)*

www.studyvillas.com

- "خضر راہ" *(1917ء)*
- "طلوع اسلام"
- "شمع و شاعر"
- "ہمالہ"

یہ نظمیں اور اشعار "بانگ درا" میں شامل کیے گئے جو *1924*ء میں شائع ہوا لیکن ان کا بیشتر مواد اسی تخلیقی دور کی پیداوار ہے۔

سیاسی و سماجی اثرات

اس دور میں اقبال صرف شاعر نہیں رہے بلکہ ایک رہنما بن گئے۔ ان کی شاعری نے برصغیر کے مسلمانوں میں نیا جوش اور ولولہ پیدا کیا۔ ان کے اشعار نے نوجوانوں کے دلوں میں انقلابی سوچ پیدا کی اور وہ غلامی کے خلاف کھڑے ہونے لگے۔

ان کے کلام نے یہ بات واضح کی کہ آزادی صرف سیاسی نہیں بلکہ فکری اور روحانی آزادی بھی ضروری ہے۔

نتیجہ

*1905*ء تا *1918*ء کا دور اقبال کی فکری اور تخلیقی زندگی کا سب سے اہم دور ہے۔ اس عرصے میں انہوں نے رومانوی شاعر سے قومی اور انقلابی شاعر کا سفر طے کیا۔ ان کی شاعری میں فلسفہ، دین، قومیت اور انقلاب سب

www.studyvillas.com

یکجا ہو گئے۔ یہی دور ہے جس نے اقبال کو شاعر مشرق اور مسلمانوں کا ترجمان بنایا۔

www.studyvillas.com

سوال نمبر 4 اقبال کی بین الاقوامی شہرت پر مضمون تحریر کریں

اقبال کی شخصیت صرف برصغیر تک محدود نہیں بلکہ انہوں نے اپنے افکار و نظریات کے ذریعے دنیا بھر میں اپنا ایک الگ مقام بنایا۔ ان کے کلام اور فلسفہ نے صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ غیر مسلم اقوام کو بھی متاثر کیا۔ اقبال کی شہرت کا راز ان کی فکر کی آفاقیت اور ان کی شاعری کی ہمہ گیریت میں ہے۔ انہوں نے نہ صرف فرد کو اپنی خودی کا شعور دیا بلکہ امت مسلمہ کو بھی اپنے عظیم ماضی کی یاد دلا کر مستقبل کی راہیں دکھائیں۔ اسی وجہ سے اقبال کی شہرت عالمی سطح پر تسلیم کی جاتی ہے۔

اقبال کی فکر کی آفاقیت

اقبال کی فکر کسی ایک علاقے، قوم یا زبان تک محدود نہیں۔ وہ پوری انسانیت کے شاعر ہیں۔ ان کا فلسفہ خودی اور تصور انسان کی عظمت دنیا کی تمام اقوام کے لیے یکساں معنویت رکھتا ہے۔ اقبال نے بتایا کہ ہر فرد کے اندر ایک پوشیدہ طاقت موجود ہے جسے پہچان کر اور بروئے کار لا کر انسان اپنی تقدیر بدل سکتا ہے۔ یہی پیغام ہر دور اور ہر قوم کے لیے اہمیت رکھتا ہے اور اسی وجہ سے ان کے خیالات نے دنیا بھر میں جگہ بنائی۔

یورپ میں اقبال کی شہرت

اقبال کی شہرت یورپ میں سب سے پہلے ان کی علمی اور فلسفیانہ صلاحیتوں کی بدولت بڑھی۔ انہوں نے کیمبرج اور میونخ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ جرمنی میں ان کا پی ایچ ڈی کا مقالہ *"The Development of Metaphysics in Persia"* بہت پذیرائی حاصل کر گیا۔ اس مقالے نے یورپی علمی دنیا کو متاثر کیا اور انہیں ایک فلسفی اور محقق کے طور پر متعارف کرایا۔ اسی دور میں ان کی شاعری کے تراجم بھی یورپ میں ہونے لگے، جنہیں علمی اور ادبی حلقوں میں غیر معمولی پذیرائی ملی۔

اقبال اور مشرقی اقوام

www.studyvillas.com

اقبال نے مشرقی اقوام بالخصوص مسلمانوں کو ایک نیا حوصلہ اور نیا نظریہ دیا۔ ان کی شاعری نے برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں میں آزادی کی تڑپ پیدا کی۔ ترکی میں خلافت کے خاتمے کے بعد اقبال کی شاعری وہاں کے نوجوانوں کے لیے بھی ایک نیا جوش اور ولولہ لے کر آئی۔ ایران میں بھی اقبال کو قومی شاعر کی حیثیت حاصل ہے۔ فارسی زبان میں ان کے دو بڑے شعری مجموعے "اسرار خودی" اور "رموز بے خودی" نے انہیں وہاں بے پناہ شہرت بخشی۔ ایرانی عوام نے انہیں "شاعر مشرق" کا لقب دیا۔

اسلامی دنیا میں اقبال کی شہرت

اقبال کی شہرت پوری اسلامی دنیا میں ان کے فکر اسلامی کی بدولت پھیلی۔ مصر، ترکی، ایران، افغانستان اور دیگر مسلم ممالک میں ان کے پیغام کو عقیدت اور محبت سے قبول کیا گیا۔ ان کے کلام نے امت مسلمہ کو خواب غفلت سے جگایا اور انہیں اپنے کھوئے ہوئے وقار کی یاد دلائی۔ افغانستان کے بادشاہ نادر شاہ نے اقبال کو اپنے دربار میں مدعو کیا۔ ایران کے رہنماؤں نے اقبال کو اپنا محسن کہا کیونکہ انہوں نے فارسی شاعری کو ایک نیا رنگ دیا۔

اقبال کے تراجم اور مغرب میں مقبولیت

اقبال کی شاعری کے انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور دیگر زبانوں میں تراجم ہوئے، جس سے ان کی شہرت مغربی دنیا تک پھیل گئی۔ یورپ اور امریکہ کے علمی حلقے انہیں نہ صرف شاعر بلکہ فلسفی اور مفکر کی حیثیت سے جاننے لگے۔ ان کی کتاب *"Reconstruction of Religious Thought in Islam"* کو مغربی جامعات میں آج بھی پڑھایا جاتا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اسلام کے فلسفیانہ پہلوؤں کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق بیان کیا، جو مغربی دانشوروں کے لیے بھی باعثِ کشش بنا۔

ہندوستان میں اقبال کی عالمی حیثیت

www.studyvillas.com

اقبال کی شہرت ہندوستان تک محدود نہیں رہی۔ برصغیر میں انہیں نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہندوؤں اور سکھوں کے علمی حلقوں نے بھی سراہا۔ ان کے کلام میں موجود انسانیت کا پیغام سب کے لیے کشش رکھتا تھا۔ ان کے اشعار آج بھی بھارت کے نصاب کا حصہ ہیں اور ان پر تحقیقی کام جاری ہے۔

اقبال اور پاکستان

اگرچہ پاکستان کے قیام کے بعد اقبال کو "شاعر مشرق" اور "مصوّر پاکستان" کا درجہ دیا گیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی شہرت عالمی سطح پر پاکستان کے قیام سے پہلے ہی قائم ہو گئی تھی۔ ان کی فکر نے برصغیر کے مسلمانوں کو اپنی منزل کا تعین کرنے پر مجبور کیا۔ اقبال کے خواب کی تعبیر پاکستان کی شکل میں سامنے آئی، جس سے ان کا عالمی مقام اور بھی بلند ہو گیا۔

نتیجہ

اقبال کی بین الاقوامی شہرت ان کی فکر کی وسعت، ان کے کلام کی گہرائی اور ان کے فلسفے کی آفاقیت کا نتیجہ ہے۔ ان کی شاعری نے فرد کو خودی کا شعور دیا، قوموں کو اپنی کھوئی ہوئی عظمت یاد دلائی، اور دنیا کو یہ بتایا کہ انسان اپنی تقدیر خود بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اقبال کو نہ صرف برصغیر بلکہ دنیا بھر میں عظیم شاعر، فلسفی اور مفکر کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔

www.studyvillas.com

سوال نمبر 5 علامہ اقبال کے نظریہ وطنیت و ملت پر روشنی ڈالیں

علامہ اقبال برصغیر کے عظیم شاعر، فلسفی اور مفکر تھے جنہوں نے نہ صرف مسلمانوں کو ایک نیا فکری شعور دیا بلکہ دنیا بھر کے اہلِ فکر کو بھی متاثر کیا۔ ان کی شاعری اور فلسفہ فرد کی خودی، امت کی وحدت اور اسلام کی روحانی سربلندی پر مبنی ہے۔ اقبال نے "وطنیت" اور "ملت" کے تصورات کو اپنے مخصوص انداز میں پیش کیا۔ ان کے نزدیک وطن صرف زمین کا ایک ٹکڑا نہیں بلکہ ملت سے جڑا ہوا ایک وسیلہ ہے۔ اقبال کے نظریہ وطنیت اور ملت کو سمجھنے کے لیے ہمیں ان کے اشعار، تقاریر اور فلسفے کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

اقبال کا نظریہ وطنیت

اقبال نے وطنیت کے بارے میں واضح طور پر کہا کہ وہ محض جغرافیائی حدود پر مبنی نہیں ہے۔ ان کے نزدیک مغرب نے وطنیت کو ایک نیا مذہب بنا دیا ہے جس نے انسان کو تقسیم کر کے رکھ دیا ہے۔ اقبال نے اسے "بتِ جدید" قرار دیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ محض وطن کو معیار بنانا انسانیت کو چھوٹے چھوٹے حصوں میں بانٹ دیتا ہے، جبکہ اصل رشتہ ایمان اور عقیدہ ہے۔

اقبال کا کہنا تھا کہ مغربی وطنیت کی بنیاد قوم، زبان اور نسل پر ہے، جو انسان کو دوسرے سے الگ کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس اسلام کا تصور وطن عالمگیر ہے۔ مسلمان جہاں بھی ہوں وہ ایک امت کے فرد ہیں اور ان کی اصل وابستگی ملت اسلامیہ سے ہے، نہ کہ کسی مخصوص جغرافیائی حدود سے۔

انہوں نے کہا:
"ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے"

یہ اشعار اس بات کا اعلان ہیں کہ اقبال کے نزدیک وطنیت کا وہ تصور جو مغرب سے آیا ہے، اسلام کے تصور ملت کے خلاف ہے۔

www.studyvillas.com

اقبال کا نظریہ ملت

ملت کے تصور میں اقبال نے اسلام کو مرکز بنایا۔ ان کے نزدیک ملت کا مطلب وہ اتحاد ہے جو اسلام نے اپنے پیروکاروں کے درمیان قائم کیا۔ قرآن کی تعلیمات کے مطابق "انما المؤمنون اخوۃ" یعنی مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، یہی اقبال کا نظریہ ملت تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ملت اسلامیہ کی بنیاد کلمہ طیبہ پر ہے۔

اقبال نے مسلمانوں کو بار بار یاد دلایا کہ وہ رنگ، نسل اور زبان کی بنیاد پر نہیں بلکہ دین کی بنیاد پر جڑے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے ملت اسلامیہ کو ایک آفاقی اور ہمہ گیر قوت قرار دیا۔ ان کا یہ نظریہ برصغیر کے مسلمانوں کو اپنی الگ شناخت اور بالآخر قیام پاکستان کی طرف لے گیا۔

اقبال نے کہا:
"مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی"

یہاں اقبال مسلمانوں کو یاد دلا رہے ہیں کہ ملت کا تصور ہی انہیں زندہ رکھ سکتا ہے، اور مغربی قوم پرستی کے مقابلے میں یہی ان کا اصل سرمایہ ہے۔

وطنیت اور ملت کے درمیان فرق

اقبال کے نزدیک وطنیت اور ملت کا بنیادی فرق یہ تھا کہ وطنیت انسان کو زمین اور جغرافیہ سے باندھتی ہے جبکہ ملت انسان کو ایمان اور عقیدے کے رشتے سے جوڑتی ہے۔ اقبال کا کہنا تھا کہ اگر مسلمان صرف وطن کو معیار بنائیں گے تو ان کی وحدت ٹوٹ جائے گی، لیکن اگر وہ ملت کے تصور کو اپنائیں گے تو دنیا کے کسی کونے میں موجود ہر مسلمان ان کا بھائی ہوگا۔

www.studyvillas.com

پہل و	وطنیت (مغربی تصور)	ملت (اقبالی تصور)
بنیاد	زمین، جغرافیہ، نسل	ایمان، دین اسلام
دائرہ	محدود (ایک خطہ)	عالمگیر (ساری دنیا کے مسلمان)
مقصد	قومی خود غرضی	امت کی وحدت اور خیر انسانیت
نتیجہ	تقسیم اور اختلاف	اتحاد اور یگانگت

اقبال کی تنقید مغربی وطنیت پر

اقبال نے مغربی وطنیت کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا کیونکہ ان کے نزدیک یہ جنگوں اور خونریزی کا سبب بنی۔ پہلی جنگ عظیم اور دوسری جنگ عظیم اس وطنیت کی ہی پیداوار تھیں۔ اقبال کا کہنا تھا کہ اسلام کی اصل روح اس وطن پرستی کو تسلیم نہیں کرتی۔

انہوں نے کہا:
"اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی"

www.studyvillas.com

یعنی مسلمانوں کی اصل بنیاد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور دین اسلام ہے، نہ کہ زمین یا نسل۔

نظریہ وطنیت و ملت اور تحریک پاکستان

اقبال کے نظریہ وطنیت اور ملت کا سب سے بڑا اثر تحریک پاکستان پر ہوا۔ انہوں نے مسلمانوں کو بار بار یاد دلایا کہ وہ ایک ملت ہیں اور انہیں اپنے سیاسی و سماجی نظام کے لیے الگ ریاست کی ضرورت ہے۔ *1930ء* کے خطبہ الٰہ آباد میں اقبال نے واضح طور پر کہا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں اور انہیں اپنی الگ ریاست ہونی چاہیے۔ ان کا یہ تصور بعد میں پاکستان کی شکل میں سامنے آیا۔

اقبال کا پیغام عصر حاضر کے لیے

آج کے دور میں بھی اقبال کا نظریہ وطنیت و ملت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ جب دنیا مختلف قومیتوں اور جغرافیائی اختلافات کی بنیاد پر تقسیم ہو رہی ہے، اقبال کا پیغام ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اصل اتحاد ایمان اور مقصد میں ہے۔ مسلمان اگر ملت کی بنیاد پر ایک ہوں تو وہ دنیا میں قیادت کا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

نتیجہ

علامہ اقبال کا نظریہ وطنیت اور ملت ایک ہمہ گیر اور عالمگیر تصور ہے۔ انہوں نے مغربی وطنیت کو ایک فتنہ قرار دیا کیونکہ اس نے انسان کو تقسیم کیا، اور ملت اسلامیہ کو مسلمانوں کے اتحاد کا اصل محور بتایا۔ ان کی فکر نے نہ صرف برصغیر کے مسلمانوں کو نئی راہیں دکھائیں بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو بھی اپنی وحدت کا شعور بخشا۔ اقبال کا یہ پیغام آج بھی زندہ ہے اور مسلمانوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے۔

www.studyvillas.com